سنن مؤکدہ کی اہمیت

''حضرت اقدس محدث کبیر علیہ الرحمہ کے مسودات میں ایک مختصر رسالہ سنت مؤکدہ کے موضوع پر عربی زبان میں دستیاب ہوا، آج کل عرب مما لک میں اوران کی تقلید میں ہمارے یہاں بھی بعض حلقوں میں نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کی اہمیت گھٹا دی گئی ہے، بہت سے لوگ بغیر کسی عذر کے محض فرائض پر اکتفا کرتے ہیں، اور سنتوں کو ترک کردیتے ہیں۔اس سلسلہ میں کوئی شیخ محمد نور مکی مرحوم تھے،انہوں نے رسالہ بھی تحریر کیا، جس میں انہوں نے سنن مؤکدہ کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کی، حضرت مولانا نے اس کے پڑھنے کے بعد یہ رسالہ تحریر فرمایا، خاکسار کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کہیں شائع ہوا ہے یا نہیں؟ بندہ اس کا ترجمہ پیش کرتا ہے''۔

الحمد لله و كفىٰ وسلام على عباده الذين اصطفىٰ .اما بعد

میں نے مرحوم شیخ محمد نور مکی کا رسالہ بغور پڑھا، مجھے محسوس ہوا کہ اس رسالہ کو پڑھ کر سنن م۔کدہ کی اہمیت نگاہوں سے جاتی رہے گی، اور قلوب میں ان کی جو عظمت و وقعت ہے وہ محو ہوجائے گی، نظروں سے ان کا مرتبہ ساقط ہوجائے گا، اور نمازیوں کو جرأت ملے گے کہ جب چاہیں وہ ان سنتوں کو ترک کردیں، لیکن یہ بات رسول اللہ ﷺ کی منشاء ومرضی کے خلاف اور آپ کی تعلیم کے بالکل برعکس ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ ان سنتوں کو ہمیشہ ادا کرتے تھے۔ تفصیل حضرت ابوامامہ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آرہی ہے۔رسول اللہ ﷺ بعض سنتوں کی تو بہت تاکید فرماتے تھے، اور بعض کی مختلف طرح سے ترغیب دیتے تھے، اس سلسلہ میں احادیث کی تلاش وتتبع سے صاف پتہ چلتا ہے، اوراس میں ذرا بھی شبہہ باقی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو ان کے ترک سے راضی ہیں، اور نہ ہی ان میں کوتاہی کرنے کو روا رکھتے ہیں، خواہ کوتاہی کرنے والے کو گنہگار قرار دیا جائے یا گنہگار نہ سمجھا جائے، لیکن بہر کیف حضور ﷺ اس پر راضی نہیں ہیں، ایسی صورت میں کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی مرضی کے خلاف کوئی سعی وکاوش کرے۔

ہوسکتا ہے کہ مصنف کے حق میں یہ عذر بیان کیا جائے کہ بہت سے مزدور اور ملازم محض اس وجہ سے فرائض کو بھی ترک کردیتے ہیں کہ یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ صرف فرائض کا ادا کرنا کافی نہیں ہے، جب تک ان کے ساتھ سنتوں کو ادا نہ کیا جائے، تو جب انہیں سنتیں ادا کرنے کا موقع نہیں مل پاتا تو وہ ان کے ساتھ فرائض کو بھی ترک کردیتے ہیں۔ اس خیال کی اصلاح کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے، لیکن یہ عذر صحیح نہیں ہے، کیوکہ اگر یہی مقصد تھا تو عام پھیلے ہوئے خیالات کی اصلاح کرنی چاہئے، انہیں یہ بتانا چاہیئے تھا کہ فرائض کا ادا کرنا تو قطعی ضروری ہے، خواہ سنت پڑھنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ ملازمت اور کام کے اوقات میں سنت پڑھنے کی گنجائش نہیں ملتی تو ان اوقات میں صرف فرائض ادا کرلیا کرو، اور جب وقت میں گنجائش میسر آئے تو سنتیں بھی پڑھا کرو۔ اگر مؤلف مرحوم یہ طرز اختیار کرتے تو سنتوں کا حق بھی ادا ہوجاتا، اور ملازمت میں مشغول افراد کے لئے کام کے اوقات میں سہولت بھی میسر آجاتی۔

احادیث میں سنن کا ذکر:

یہاں ہم چند ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں ان سنتوں کا کیا مقام ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **"رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا"**. (مسند احمد، مسلم، ترمذی ج ۱۔ ص ۳۲۰)

فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا سے جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہے۔

(۲) **لم یکن النبی ﷺ علی شئی من النوافل اشد تعاھدا منه علی رکعتی الفجر"**. (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتوں کی جس قدر پابندی فرماتے تھے اتنی کسی اور نفل کی پابندی

نہیں فرماتے تھے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتیں کس قدر افضل ہیں اوران کی پابندی کتنا پسندیدہ اوران میں کوتاہی کرنا کتنا مکروہ ہے (نیل الاوطار ۱۷/۳

(۳) لا تدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل (احمد، ابوداؤد)۔

فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، خواہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ فجر کی سنت واجب ہو، کیوں کہ جب اس کے ترک سے ممانعت وارد ہوئی تو اس کا حقیقی معنی یہ ہوا کہ وہ حرام ہے......گھوڑوں کے روندنے کی حالت تو وہ ہے کہ اس میں واجبات کے ترک کی گنجائش نکل آتی ہے، لیکن اس حالت میں بھی فجر کی سنت ترک کرنے کی ممانعت امام حسن بصری علیہ الرحمہ کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ یہ دورکعت صرف سنت نہیں بلکہ واجب ہیں۔ (نیل الاوطار ۱۶/۳)

(۴) لاتدعوا رکعتین اللتین قبل صلوٰۃالفجر فان فیھاالرغائب (مجمع الزوائد ۱۷/۲

نماز فجر کے پہلے کی دورکعت نہ چھوڑو، ان میں حق تعالی کی طرف سے بڑی نوازشیں ہیں۔

(۵) اوصانی خلیلی برکعتی الفجر فان فیھا رغائب الدھر (مجمع الزوائد ۲۱۸/۲)

میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فجر کی دورکعت سنت کی تاکید فرمائی ہے کہ اس میں زمانہ بھر کی بخششیں ہیں۔

(۶) من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ اربع رکعات قبل الظھر ورکعتین بعدھا ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعدالعشاء ورکعتین قبل الفجر. (ترمذی شریف)

جوشخص بارہ رکعت سنتوں پر مداومت کرے گا اس کے لئے اللہ تعالی جنت میں ایک گھر تعمیر کریں گے، چار رکعت ظہر سے پہلے، دورکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دورکعت عشاء کے بعد، دورکعت فجر سے پہلے۔

اسی مضمون کی روایت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(۷) عن ابی امامة قال: صلیت مع رسول اللهﷺعشر سنین فکانت صلوته کل یوم عشر رکعات، رکعتین قبل الفجر الخ. (مجمع الزوائد۲/۲۳۱)

(۸) من صلیٰ اربع رکعات قبل الظهر واربعاً بعدها حرمه الله علی النار.

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ظہر کے قبل اور بعد چار چار رکعتوں کے استحباب کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اور اس پر عمل کرنے کے لئے اتنی ترغیب کافی ہے۔(نیل الاوطار۳/۵)

(۹) عن ابی ایوب قال: لما نزل رسول اللهﷺعلیّ، رأیته یدیم اربعاً قبل الظهر. (مجمع الزوائد۲/۲۱۹)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہﷺ میرے گھر تشریف فرماتھے تو میں دیکھتا کہ آپ ظہر سے پہلے ہمیشہ چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ’’مغرب کے بعد دو رکعتیں نہ چھوڑو اگرچہ تم کو تیر سے چھلنی کردیا جائے‘‘۔

(۱۱) حضرت ابراہیم نخعی (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ ’’لوگ (یعنی صحابہ) مغرب کے بعد دو رکعت کو سنت شمار کرتے تھے‘‘۔

(۱۲) امام نخعی ہی فرماتے ہیں ’’ظہر کے پہلے چار رکعت سنت ہے، اس کے بعد دو رکعت بھی سنت ہے، مغرب کے بعد دو رکعت سنت ہے، عشاء کے بعد دو رکعت سنت ہے، فجر سے پہلے دو رکعت سنت ہے‘‘۔

(۱۳) ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نوافل کبھی نہیں چھوڑتے تھے، وہ فجر سے پہلے دو رکعت، ظہر سے پہلے چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت تھیں‘‘۔

(۱۴) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مغرب کے بعد دو رکعت اور فجر کے پہلے دو رکعت کو واجب قرار دیتے تھے۔

(۱۵) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر مغرب کے بعد دو رکعت ترک کردوں تو مجھے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندیشہ ہے کہ میری مغفرت نہ ہوگی۔(یہ ساری روایتیں ۱۰ اسے اخیر تک امام محمد بن نصر مزوری کی ''قیام اللیل'' سے اخذ کی گئی ہیں)

ان احادیث اوران آثار پر خوب غور کرلینا چاہئے، کہ ان سے کیا ثابت ہوتا ہے، ان سے ان سنن مؤکدہ کی فضیلت اوران کے ادا کرنے کا اہتمام معلوم ہوتا ہے؟ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی اہمیت گھٹائی جائے، اوران میں کوتاہی کو روا رکھا جائے؟ ناظرین خود غور کرلیں کہ کیا سمجھ میں آتا ہے۔

کتب تفسیر میں سنتوں کا ذکر:

اس کے بعد کتبِ تفسیر کا بھی مطالعہ کرلینا چاہئے، وہاں ہم پاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیت ''**وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن الليل فسبحه وادبار السجود**''. (ق۔۳۹۔۴۰)

(اوراپنے رب کی پاکی وحمد بیان کرو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے، اوراس کے غروب ہونے سے پہلے، اوررات کے ایک حصے میں، اورسجدوں کے بعد۔) میں لفظ ''**ادبار السجود**'' کی تفسیر مغرب کی سنت سے کی ہے۔اورسورہ طور کی آخری آیت ''**من الليل فسبحه وادبار النجوم**'' (اوررات کے ایک حصے میں تسبیح پڑھو، اورجب ستارے چھپنے لگیں) میں ''**ادبار النجوم**'' کی تفسیر فجر کی سنت سے کی ہے، اوراس سلسلہ میں حضرت علی، حضرت حسن بن علی، اورحضرت ابو ہریرہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ابو تمیم سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے تھے کہ ''مغرب کی سنت ہی ''**ادبار السجود**'' کا مصداق ہے، اورفجر کی سنت ''**ادبار النجوم**'' کا مصداق ہے''۔

حضرت مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، شعبی، اورقتادہ یہ سبھی حضرات فرماتے ہیں کہ ''**ادبار السجود**'' سے مراد مغرب کے بعد کی سنت ہے۔

سنتوں سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے:

پھر یہ بات بھی ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ سنن مؤکدہ اگرچہ واجب نہیں ہیں، لیکن ان سے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے، اورکون اس کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس نے فرض کما حقہ ادا کردیا ہے،

www.besturdubooks.wordpress.com

جب یہ ہے تو ضروری ہے کہ نماز کے دفتر اعمال میں کچھ نوافل اور سنن بھی ہوں، جن سے فرائض میں رہ جانے والی کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:

اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاته فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضة شیئا قال الرب تبارک وتعالیٰ: انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله علی ذالک. (ترمذی)

کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جاۓ گا، اگر وہ ٹھیک ٹھاک نکلی تو وہ کامیاب و بامراد ہو گیا، اور اگر وہ خراب وتباہ نکلی تو بندہ بھی برباد و ناکام ہوا، اور اگر فریضہ میں کچھ قصور ثابت ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھو! میرے بندے کے پاس کچھ نوافل ہیں ان سے فرائض کی کمی پوری کی جائے گی، پھر باقی اعمال بھی اسی طرح پیش ہوں گے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی مرفوعاً روایت ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مؤلف رسالہ کی غلطیاں:

اس رسالہ میں مصنف سے متعدد غلطیاں ہوئی ہیں، ان کی ایک غلطی یہ ہے کہ وہ فجر کی سنت کو مؤکد نہیں سمجھتے، میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جس کو علم حدیث کی خوشبو بھی حاصل ہوگی اور اس کے سامنے وہ ساری روایات ہوں گی جنہیں ہم نے نقل کیا، وہ کیوں کر اس کے مؤکد ہونے کا انکار کرسکتا ہے؟۔

پھر وہ یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ سنن مؤکدہ صرف ان فقہا کے نزدیک ہیں جنہیں علم حدیث سے مس نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ بالا فقہا کے علاوہ اور کسی کے نزدیک سنن مؤکدہ کا ثبوت نہیں ہے، لیکن یہ بڑی غلطی ہے۔

شاید مؤلف کو یہ بات نہیں معلوم کہ حضرات تابعین رحمہم اللہ انہیں سنت شمار کرتے تھے، اور وہ لوگ جب جس چیز کو سنت کہیں تو اس سے مؤکد ہونا خود بخود ثابت ہوتا ہے، اور حسن بصری تو فجر سے پہلے دو رکعت اور مغرب کے بعد کی دو رکعت کو واجب قرار دیتے تھے، اور مغرب کی

سنت کے سلسلے میں حضرت سعید بن جبیر کے قول سے بھی ان کی موافقت ہی معلوم ہوتی ہے۔کیا یہ حضرات بھی حدیث کی خوشبو سے محروم تھے۔

اور شاید مؤلف کو اس کی بھی خبر نہیں کہ مشہور امام حدیث امام طحاوی نے ''شرح معانی الآثار'' میں صراحۃً لکھا ہے کہ ''جمعہ کے بعد کی سنت اور ظہر کے بعد کی دو رکعت اور مغرب کے بعد کی دو رکعت ان سنتوں میں سے ہیں جنہیں ترک نہیں کرنا چاہئے'' آخر تاکید اور کسے کہتے ہیں؟۔

امام طحاوی نے لکھا ہے کہ ''جمعہ کے بعد کی سنت جسے چھوڑنا نہیں چاہئے، کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ چار رکعت ہے، بعض دوسرے علما نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ دو رکعت ہے، جیسے کہ ظہر کے بعد ہے، کچھ دوسرے علما نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جمعہ کے بعد سنت جس کا ترک کرنا مناسب نہیں، چھ رکعت ہے......پھر فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہے، جسے چھوڑنا نہیں چاہئے، یہی امام ابو یوسف کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ کا قول وہ ہے جسے ہم نے ابتدا میں ذکر کیا۔یعنی چار رکعت''۔(شرح معانی الآثار ۱/۱۹۹)

یہ تو جمعہ کے بعد کی سنت کی شان ہے، اور ہر منصف مزاج شخص جس کو فقہ سے کچھ مناسبت ہے، جانتا ہے کہ روزانہ کی سنتوں کا رتبہ تاکید کے لحاظ سے بھی اور دلیل کے اعتبار سے بھی جمعہ کی سنت سے بڑھا ہوا ہے۔

امام طحاوی مزید فرماتے ہیں کہ ''بعض علما کے نزدیک نوافل کو مسجد میں ادا کرنا مناسب نہیں ہے، البتہ وہ نوافل جنہیں ترک کرنا نہیں چاہئے (انہیں مسجد میں پڑھ سکتے ہیں) جیسے ظہر کے بعد کی دو رکعت، مغرب کے بعد کی دو رکعت، اور مسجد میں داخل ہونے کے وقت دو رکعت تحیۃ المسجد''۔(شرح معانی الآثار ۱/۱۹۹)

سنن مؤکدہ کی تاکید کا ثبوت:

مصنف نے اپنے رسالہ میں یہ تأثر دینا چاہا ہے کہ سنتوں کے مؤکد ہونے کی دلیل صرف ایسی ہی حدیثیں ہیں جن کے موضوع ہونے کی فلاں فلاں محدثین نے تصریح کی ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، سنتوں کی تاکید کی دلیلیں ابھی ناظرین کرام ملاحظہ کر چکے ہیں۔

چنانچہ سنتِ فجر کی دلیل ''لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل الخ''

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ظہر کے پہلے والی چار رکعت کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی ان پر مواظبت ہے، جیسا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "آپ ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح صادق کے بعد دو رکعت ترک نہیں فرماتے تھے"۔ (بخاری شریف)

اورانہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر ظہر کے پہلے کبھی چار رکعت نہ پڑھ پاتے تو اس کے بعد انہیں پڑھتے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عمرو بن میمون سے منقول ہے "انہوں نے فرمایا کہ اگر ظہر کے پہلے چار رکعت کسی کی فوت ہو جائے، تو ظہر کے بعد پڑھ لے، اور تمام سنن مؤکدہ کے لئے مجموعی طور پر حضرت ابوامامہ وغیرہ حضرات کی روایات موجود ہیں۔

مصنف نے اپنے اس رسالہ میں بہت سی غلطیاں کی ہیں، ان سب کا ذکر مقصود نہیں ہے، اور نہ سب پر تنقید کرنا ہے۔ یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے رسالہ "تحفۃ الاخیار" کی ایک فصل نقل کردوں، جس میں انہوں نے سنت مؤکدہ کے ترک کرنے کا حکم بیان کیا ہے۔ **ھو ھذا**

سنت مؤکدہ ترک کرنے کا حکم:

تیسری اصل سنت مؤکدہ اور اس کے ترک کے حکم کے بیان میں۔ "تلویح" میں ہے کہ واجب کا ترک کرنا حرام ہے، جس سے آدمی عذاب جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے، اور سنت مؤکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے، اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محرومی ہو جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "**من ترک سنتی لم ینل شفاعتی**" جس نے میری سنت ترک کی، وہ میری شفاعت سے محروم ہوا۔

حرام کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے عذاب جہنم سے کم سزا کا مستحق ہوگا، جیسے شفاعت سے محرومی۔ تلویح کی اس بات پر مولانا خیالی نے شرح عقائد وغیرہ میں یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ حدیث میں کہ "**شفاعتی لاھل الکبائر من امتی**" میری شفاعت امت کے ان گنہگاروں کے لئے ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

گناہ کبیرہ کرنے سے بھی شفاعت سے محرومی نہیں ہوتی، تو جو چیز اس سے کم درجہ کی ہے اس سے شفاعت سے حرمان کیوں کر ہوگا؟ اور مکروہ کا ارتکاب اس کا سبب کیسے بن جائے گا؟۔

اس کا لوگوں نے جواب دیا ہے کہ تارکِ سنت کے حق میں شفاعت سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے درجات کی بلندی کے لئے شفاعت نہیں ہوگی، یا یہ مراد ہے کہ حشر کے بعض مواقع پر وہ شفاعت سے محروم ہو جائے گا۔

مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ اس اعتراض وجواب سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا ترک اگرچہ مکروہ تحریمی ہے لیکن وہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، کیوں کہ فقہا نے اسے کبیرہ سے کم قرار دیا ہے۔ اور علامہ ابن نجیم مصری صاحب بحرالرائق نے بھی اپنے ایک رسالہ میں جو صغائر وکبائر کی تفصیل میں لکھا گیا ہے، مکروہ تحریمی کو صغائر میں ہی شمار کیا ہے۔

مگر حق یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہا نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے، جس سے جہنم کے عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا لیکن اس سے کم درجہ کی سزا کا مستوجب ہوتا ہے، مثلاً اس سے شفاعت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کبائر میں ہے، لیکن فرض وواجب کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے کم ہے۔

اور تحقیق میں شمس الائمہ نے فرمایا ہے کہ سنت کا حکم اتباع ہے، کیوں کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دین کے ہر اس طریق میں جس پر آپ چلے ہیں، مطاع اور لائقِ تقلید ہیں۔ اور آپ کے بعد صحابہ بھی۔ اور یہ اتباع مطلق سنت کا اتباع ہے، اس میں فرضیت اور وجوب کی صفت نہیں ہے، ہاں کوئی ایسی سنت ہو جو دین کے شعائر کی حیثیت اختیار کر چکی ہو، جیسے نمازِ عید، اذان، اقامت، نماز با جماعت، تو عمل کے اعتبار سے یہ واجب کے درجہ میں ہے۔ سنت کے قابل اتباع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم کو اس کے احیاء وترویج کا حکم دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مطاع ہونے کے چند دلائل یہ ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے "لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة" تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں "ما آتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا" رسول

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کچھ تمہیں دیں، اسے لے لو، اور جس سے روکیں اس سے باز رہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**"۔ تم میری سنت کو لازم پکڑو، اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور آپ نے فرمایا "**من ترک سنتی لم ینل شفاعتی**" جس نے میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت سے محروم ہوا۔

پس سنت کے ترک کرنے سے آدمی دنیا میں مستحقِ ملامت ہوتا ہے، اور آخرت میں محرومِ شفاعت ہوتا ہے۔ (انتہیٰ) قہستانی کی شرح "مقدمہ الصلوٰۃ" میں ہے، مسعود میں لکھا ہے کہ جس نے سنت کا اعتقاد رکھا اور اس پر عمل کیا وہ سنی مومن ہے، اور جس نے اعتقاد تو رکھا مگر اس پر عمل نہیں کیا وہ گنہگار مومن ہے۔

تمرتاشی میں ہے کہ تارکِ سنت صحیح قول کے مطابق گنہگار رہے۔ علامہ ابوالیسیر نے فرمایا کہ تارکِ سنت کی مذمت کی جائے گی اور اسے کچھ گناہ بھی ہوگا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا "جو لوگ ترکِ سنت پر مصر ہیں ان سے لڑائی کی جائے گی"۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا "ان کی تادیب وتنبیہ کی جائے گی"۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی، اور یہی حکم ہے جب سنت کو ہلکا سمجھے اور اس کا استخفاف کرے جیسا کہ "خزانہ" میں ہے۔

اور "خلاصہ" میں ہے کہ جس نے سنت کو بلا عذر معمولی سمجھ کر ترک کر دیا اس کا فرض بھی قبول نہ ہوگا۔ اور سنن غیر مؤکدہ کا تارک نہ مستحق سزا ہوگا اور نہ گنہگار۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کرے تو بہتر، نہ کرے تو حرج نہیں۔ کما فی التحقیق وہ مستحب کے قریب ہے، اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔

محمد بن مقاتل سے روایت ہے کہ "کسی جگہ کے تمام لوگ مسواک ترک کرنے پر اتفاق کر لیں تو ہم ان سے لڑائی کریں گے، اسی طرح جیسے ہم کفار سے لڑتے ہیں"۔ (**کذا فی نسخة الامام الخجوانی**)

تجنیس اور محیط وغیرہ میں ہے کہ کسی آدمی نے اگر نماز کی سنتوں کو ترک کیا، اگر وہ سنتوں کو حق نہیں سمجھتا تب تو اس نے کفر کیا، اس لئے کہ وہ انہیں بطور استخفاف کے چھوڑتا ہے، اور اگر وہ انہیں حق سمجھتا ہے تو بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ گنہگار نہ ہوگا، اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا،

www.besturdubooks.wordpress.com

کیوں کہ ترکِ سنت پر وعید آئی ہے۔ انتہیٰ

علامہ ابن ہمام صاحب ''فتح القدیر'' نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ گناہ کا مدار واجب پر ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کے بارے میں جس نے یہ کہا تھا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس پر (یعنی فرائض پر) اضافہ نہیں کروں گا''۔ آپ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ '' افلح ان صدق'' اگر سچ کہتا ہے تو کامیاب ہوا۔ (معلوم ہوا کہ ترک سنن کامیابی میں خلل انداز نہیں ہے)

صاحبِ بحرالرائق نے اس کا جواب دیا ہے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے، اس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے، چنانچہ بہت سے علمانے اس کی تصریح کی ہے، اور ''محیط'' میں ہے کہ سنن مؤکدہ کا ترک جائز نہیں ہے اگر چہ تنہا نماز پڑھے۔

اور مذکورہ بالا حدیث پہلے کی ہے، اس کے بعد کئی چیزیں مشروع ہوئی ہیں۔ چنانچہ نماز وتر اس کے بعد ہی مشروع ہوئی ہے، ہوسکتا ہے کہ سنن کا تاکیدی حکم بھی بعد ہی کا ہو، اس میں صدقۂ فطر کا بھی ذکر نہیں ہے، حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔ انتہیٰ

''قنیہ'' میں بقالی کی ''جامع التفاریق'' سے امام محمد علیہ الرحمہ کی روایت نقل کی ہے کہ ''اگر کسی آبادی کے لوگ اذان کے ترک کرنے پر متفق ہوجائیں، یا کوئی بھی سنت سب مل کر ترک کردیں تو ان سے لڑائی کی جائے گی، اور اگر ایسا ایک شخص کرے تو میں اس کو ماردوں گا، اور قید کردوں گا''۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ''سنت کے ترک پر لڑائی نہیں کی جائے گی''۔ ہاں اذان کے بارے میں ان سے بھی روایت ہے کہ اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔ اور وتر کے بارے میں نصیر سے مروی ہے کہ ''اس کے تارک کی تادیب کی جائے گی، اور ترک مسواک پر لڑائی کی جائے گی''۔ انتہیٰ

مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ بطور استخفاف کے سنت کا چھوڑنا اور اس کا استہزا کرنا خواہ وہ سنن زوائد ہی ہوں، کفر ہے۔ اور اس کا عمداً ترک کرنا بغیر

استخفاف کے، مکروہ تحریمی ہے، جو گناہ وعتاب کا باعث ہے، بشرطیکہ وہ سنت مؤکدہ ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو یا صحابہ کے سنت ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ ''بحرالرائق'' اور ''النہرالفائق'' اور ''درمختار'' وغیرہ میں کہیں کہیں یہ جو ملتا ہے کہ سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تنزیہی ہے، لائقِ التفات نہیں۔ (تحفۃ الاخیار۔۱۸۴،۱۸۵،۱۸۶)

ماخذ: المآثر۔اپریل، مئی، جون (۱۹۹۶ء)

☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com